Lesson 2: Nahl (Ayaat 22- 40): Day 6

سُوۡرَةُ النَّحل کی تفسیر

آیات پر جانے سے پہلے سبق کا خلاصہ آج کی آیات کا تعلق پیچھے کی آیت 19 سے ہے۔

ہم نے پیچھے اللہ سبحانہ وتعالی کی قدرت کی بہت ساری نشانیاں دیکھیں اور ہر نشانی بول بول کر یہ بتاتی ہے کہ ان کو بنانے والا کوئی ہے۔ اس کے باوجود لوگ نہیں مانتے۔ اللہ سبحانہ وتعالی فرماتے ہیں کہ ان کا حال یہ ہے کہ جانتے بوجھتے انجانے بنے ہوئے ہیں، انکار کرتے ہیں۔ اور ان کے انکار کی وجہ یہ ہے کہ اگر اُنہوں نے اللہ کی ان ساری باتوں کو مان کر اللہ کو بڑا مان لیا تو پھر اس کے احکام کو بھی ماننا پڑے گا، اور لوگوں کو یہ بات مشکل لگتی ہے۔ آج کے سبق میں ہم اللہ سبحانہ وتعالی کے ایک ہونے کے دلائل کو دیکھیں گے, لوگوں کا اقرار یا انکار, پھر جنت یا جہنم۔ دونوں انجام آج کے سبق میں ہم دیکھیں گے۔ اللہ سبحانہ وتعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمارے دل کو کھول دے اور جما بھی دے۔ آمین

اِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ‌ ۚ فَالَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ قُلُوۡبُهُمۡ مُّنۡكِرَةٌ وَّهُمۡ مُّسۡتَكۡبِرُوۡنَ ﴿۲۲﴾

تمہارا معبود تو اکیلا خدا ہے۔ تو جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل انکار کر رہے ہیں اور وہ سرکش ہو رہے ہیں ۔

عربی کو پڑھنے کے بعد اردو میں اس کی گہرائی کو محسوس کیا کریں۔ مجھے کہا جا رہا ہے اِلٰهٌ وَّاحِدٌ تمہارا اِلٰه ایک ہے۔ اِلٰه، لفظ الیہہٗ سے ہے۔ الف، ل، ہا، ہم اردو میں ایک جملہ بولتے ہیں مجھے اس سے والہانہ محبت ہے۔ لفظ والہانہ ہی اِلٰه میں ہے۔ یعنی یہ وہ ہستی جس سے والہانہ محبت کی جائے۔ جس سے ٹوٹ کے محبت کی جائے۔ اور وہ ہستی جس کی والہانہ عبادت کی جائے۔ بندگی کی جائے۔

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ اللہ کی ذات وہ ہستی ہے کہ جس کی محبت انسان کی رگ وجاں میں بسی ہوئی ہے۔اِلٰہ اس ذات کو بھی کہتے ہیں جو حیران کر دے۔

لفظ اللہ کے تین معنی ذہن میں رکھیے۔ فقہی لحاظ سے اس کے چھ معنی بنتے ہیں۔کارساز،مالک،رازق، ضرورت پوری کرنے والا،دعائیں سننے والا۔اس وقت جو معنی آئے ہیں وہ یہ کہ اِلٰہ وہ ہے جس سے شدید محبت کی جائے۔انسان کا اللہ تعالی کے ساتھ روکھا پھیکا تعلق نہیں ہونا چاہیے یا صرف ضرورت کا تعلق نہیں ہونا چاہیے کہ اللہ تعالی سے میری ضروریات بندھی ہوئی ہیں۔بلکہ جذباتی تعلق ہونا چاہیے۔جس سے دلی تعلق ہو اس سے ملنا بات کرنا اور کسی سے اصول کے دائرے میں رہ کر تعلق ہو تو اس سے ملنا اور بات کرنا،اس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔اللہ کو مجبوراً نہیں ماننا۔

اللہ کی ذات وہ ہے کہ جس سے دلی اور شدید محبت ہونی چاہیے ایسے لوگ جب اللہ سے محبت کرتے ہیں تو انکی محبت بے ثمر نہیں ہوتی۔فَالَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ وہ لوگ جو آخرت کا انکار کر چکے ہیں،جن کے دلوں میں انکار بس گیا ہے،وہ تو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔کیوں کہ ایسے لوگوں کا آخرت سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ایمان تو ایک بہت اعلیٰ درجہ ہوتا ہے،یہ تو آخرت کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتے۔کیوں کہ آخرت ان کے پاؤں کی زنجیر بن جاتی ہے،آخرت ان سے من چاہی زندگی خرید لیتی ہے۔وہ لوگ جنہوں نے اس دنیا کو سب کچھ سمجھ لیا اُن کا حال یہ ہے کہ قُلُوۡبُہُمۡ مُّنۡکِرَۃٌ اُن کے دل تو منکر ہیں۔انکار کرتے ہیں اور اسی آیت میں تیسری صفت وَّ ہُمۡ مُّسۡتَکۡبِرُوۡنَ اور وہ تکبر کرتے ہیں۔اگر عربی زبان پہ نظریں جما کے دیکھیں تو تین چیزیں اس حصے میں نظر آ رہی ہیں۔

1۔لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ

2۔ قُلُوۡبُهُمۡ مُّنۡكِرَةٌ

3۔ هُمۡ مُّسۡتَكۡبِرُوۡنَ

تین چیزوں میں مُّسۡتَكۡبِرُوۡنَ سب سے آخر میں ہے۔ لیکن وجہ میں اللہ کو نہ ماننے کی یہ سب سے پہلی وجہ ہوتی ہے۔ جب ایک انسان تکبر کرتا ہے تو وہ نہ تو اللہ کو رب مانتا ہے، نہ اُسے آخرت کی فکر ہوتی ہے اور دل مان کے بھی نہیں مانتے۔

مثال: ٹریفک کے اصول سب کے لیے برابر ہوتے ہیں۔ لیکن اُن کو صرف نچلے طبقے کے لوگ ہی مانتے ہیں۔ اگر کسی پرائم منسٹر کو گزرنا ہو تو وہ ان اصول کو نہیں مانتا تو یہ تکبر ہے۔ آپ تکبر کی تعریف اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ "بَطَرَ الحَقِ وَغِمطِ النَاّس" بَطَرَ حق کو جھٹلا دینا، جب اُس کے سامنے پیش کیا جائے۔ پورا دین حق ہے۔ اللہ کا ایک ہونا، نبیؐ کا ایک ہونا، اسلامی طرزِ زندگی، اسلامی معاشیات ہر وہ چیز جس کو اللہ پسند کرتا ہے، جب یہ سب اُن کو پیش کی جاتی ہے تو کہتے ہیں سوری، یہ سب ہمارے لیے نہیں ہے۔ یہ تکبر ہے۔ وَغِمطِ النَاّس اور لوگوں کو حقیر جاننا۔ تکبر کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک کا تعلق اللہ کی ذات سے ہے، یعنی انسان بمقابلہ اللہ، اور دوسرا ہے انسان بمقابلہ انسان۔ اللہ کے ساتھ تکبر یہ ہے کہ اللہ کا دین ہی نہیں پسند۔ اللہ کے بارے میں اتنا سنجیدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے کہ زندگی کا سارا لطف ہی ختم ہو جائے۔ لوگوں کے ساتھ تکبر یہ ہے کہ میں ان کے ساتھ بیٹھ کے کھاؤں گی تو مجھے ان کے جراثیم لگ جائیں گے۔ ان کے گلاس میں پانی پیا تو ان کے منہ کے سارے جراثیم مجھے لگ جائیں گے، اور اسی طرح اور بہت کچھ۔ متکبر خود کو بہت بڑا سمجھنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس ہر چیز موجود ہے۔

وہ ایک چیز ہم سے چاہتا ہے اور وہ ایک چیز ہے "عاجزی"۔عاجزی کا مطلب ہے آپ کسی کے محتاج ہیں۔اللہ کی ذات کے پاس حسن،مال،عزت،مالک الملک ہے،ظاہری جاہ وجلال کا وہ محتاج نہیں ہے، اس لیے وہ عاجز نہیں ہے۔اللہ بندوں سے عاجزی چاہتا ہے کہ بندے اُسکا حکم سُن کر مانیں۔ماں باپ اپنی اولاد کا تکبر نہیں برداشت کرتے،اُستاد اپنے شاگرد کا تکبر نہیں برداشت کرتا تو اللہ کیسے یہ سب برداشت کرے۔جب انسان اپنے آپ کو Down to Earth سمجھتا ہے تو اوپر جن دو باتوں کا ذکر ہوا ہے وہ خود بخود انسان کے اندر آجاتی ہیں۔انسان اللہ کے معاملے میں اپنے آپ کو بے نیاز نہیں رکھ سکتا۔

لفظ مُّنۡكِرَةٌ کیا ہے۔اسے لفظ سے منکَر اور نکیر ہیں۔مُنکَر وہ چیز جس کا انکار کیا جائے۔اُردو کا لفظ انکار بھی اسی سے ہے۔مُنکِر وہ ہے جو انکار کرے۔یہ رَب کا انکار کرتے ہیں،رَب کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں۔یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی نعمتوں کو غلط استعمال کرتے ہیں۔لوگوں کے لیے فتنہ بن جاتے ہیں۔ انکار وہ کیفیت ہے کہ چیز سمجھ آگئی ہے لیکن مانے نہ۔منکر وہ ہوتا ہے جس کے سامنے حق پیش کیا جائے،وہ مان بھی لے لیکن مانے نہ۔ان کے دل اللہ کو پہچانتے ہیں لیکن زبانیں انکار کرتی ہیں۔ Atheist بھی دل سے مانتے ہیں کہ اللہ ہے لیکن زبان ماننے سے انکار کرتی ہے۔اللہ کو پہچان لینا اور پھر جھٹلا دینا، کہ اللہ کی پھر بات بھی ماننی پڑے گی،ایسے لوگوں کو اللہ کہتے ہیں قُلُوۡبُهُمۡ مُّنۡكِرَةٌ کہ دل منکر ہیں۔یہ کسی کافر کے دل کی حالت نہیں ہوتی بلکہ یہ ایمان والوں کی کیفیت ہوتی ہے۔جن کو سب پتا ہے کہ اللہ کیا چاہتا ہے،لیکن جانتے بوجھتے جھُٹلا دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو انسان سے جو سب سے بڑی چیز مطلوب ہے وہ محبت ہے۔

عبادت اُس محبت کا ایک عکس ہے۔ آپ محبت کے بغیر نماز پڑھیں کہ یہ کیا مولوی صاحب پھر اَذان دینے لگ جاتے ہیں، تو کبھی نہیں پڑھ سکیں گے۔ آج انسانیت سب سے زیادہ جس چیز سے محروم ہے وہ اللہ کی محبت سے ترسی ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے بھٹکی ہوئی ہے۔ آج کے دور میں ہر طرف نفسا نفسی ہے، لوگ مادر پدر اَزاد پھرتے ہیں تو یہ گمراہ لوگ ہیں۔ ایک بچے کی ماں نہ ہو تو اُس کی شخصیت مختلف ہوتی ہے اور کہاں کہ رب کھویا ہو تو انسان کا کیا حال ہو گا۔ جب دنیا میں کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کی کئی وجوہات ہوتی ہیں مثلاً بچپن میں ماں باپ سے محبت ہوتی ہے۔ جب تھوڑے سے بڑے ہوئے تو سکول کے ساتھیوں سے دوستوں سے محبت ہوتی ہے۔ ذرا اور بڑے ہوئے تو شادی ہو گئی اور پھر میاں بیوی کی محبت۔ تھوڑا سا انسان اور بڑا ہوتا ہے تو بڑھاپا شروع ہو جاتا۔ پھر دولت اور اولاد سے محبت ہوتی ہے۔ پھر ایسے لگنے لگتا ہے کہ اب ہم دن بدن کمزور ہوتے جا رہے ہیں، زیادہ کما نہیں سکتے، تو جو ہے اس کو جمع کریں۔ اور بچوں سے اس لئے محبت ہوتی ہے کہ آپ یہ ہماری نسل ہیں۔

انسانی زندگی کے چار مختلف مراحل میں محبت کے مقاصد بدلتے رہتے ہیں۔ اب ان سب چیزوں کو اللہ کے اوپر لے کر آئیں۔ اللہ بچپن میں بھی انسان کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ اللہ کے ساتھ انسان کی ضروریات پہلے دن سے لگی ہوئی ہیں۔ اور جان نکلنے تک ہمیں اللہ کی ضرورت ہے۔ اللہ نہ چاہے تو ہماری آخری ہچکی بھی نہیں لگتی۔ تو پھر کیا انسان اللہ تعالی سے بے نیاز ہو کر رہ سکتا ہے نہیں رہ سکتا۔ اب آخری چیز دیکھیے۔ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یہ دیکھنے میں پہلی چیز ہے لیکن ترتیب کے اعتبار سے آخری چیز آ گئی۔ اُنکے دل آخرت کو نہیں مانتے۔ یہ کون سی کیفیت ہوتی ہے۔ آپ اس کلاس میں آئیں، پڑھیں لیکن کہیں کہ ہم ٹیسٹ نہیں دیں گے۔ اُسکی وجہ یہ ہے کہ ہم تیاری نہیں کر سکتے۔ جو اپنا

کام پورا نہیں کرتے اُن کو پھر امتحان مشکل لگتا ہے۔ چونکہ تکبر تھا، اللہ کو جان کے بھی نہیں جانا، تیاری نہیں کی تو پھر ایک ہی بات کہہ دو کہ ہم اللہ کو نہیں مانتے۔ اور بہت سارے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اگر ہم آخرت کو مانیں گے تو حساب ہو گا، جب مانتے نہیں تو حساب بھی نہیں ہو گا۔ دنیا کی محبتیں انسان کو اندھا، بہرا کر دیتی ہیں۔ جن لوگوں کے دل میں آخرت کا یقین نہیں رہتا، وہ حق بات کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ اُنکے اندر تکبر آجاتا ہے۔ اس کے بر عکس ایک اور کردار ہوتا ہے۔ لیکن اُن لوگوں کا انجام کیا ہے؟

لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿۲۳﴾

اللہ یقیناً اِن کے سب کرتوت جانتا ہے چھپے ہوئے بھی اور کھلے ہوئے بھی وہ اُن لوگوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا جو غرور نفس میں مبتلا ہوں ۔

اپنے دل میں کسی قسم کا کوئی شک نہ رکھو کہ جو بات کہی جارہی ہے اُس میں کوئی جھول ہے۔ دوٹوک اعلان ہے۔ اللہ کی پسند اور ناپسند کی بات ہے۔ جس کو اللہ سے محبت نہیں وہ کہتا ہے، نہیں کرتا تو نہ کرے، میں کون سا کرتا ہوں۔ اور جس کو اللہ سے محبت ہے وہ اس آیت میں سے دو دھمکیوں کو دیکھ کے گر ہی پڑے گا۔ اس آیت میں دو باتیں ہیں۔

1۔ اللہ ظاہری اور باطنی باتوں کو جانتا ہے۔

2۔ اللہ کو تکبر پسند نہیں۔

پہلی بات کو اپنے اوپر لیں۔ کیا مجھے یقین ہے کہ اللہ کو سب پتا ہے۔ اللہ سب جانتا ہے، جو میرے اندر اور باہر ہے۔ اس کیفیت کو جاننے کے بعد میرے دل میں خوف آتا ہے یا خوشی ہوتی ہے۔ ہر انسان گناہ گار ہے لیکن اگر یہ پتا چل جائے کہ ہمارے گناہ کا کسی کو پتا چل گیا ہے تو ہاتھ پاوں ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔ جس نے اللہ کے قانون توڑتے ہوئے اس دنیا میں زندگی بسر کی اُس کو تو اس بات کو سُن کر خوف آجائے گا کہ اچھا میرا رب سب کچھ جانتا ہے۔ اور میں نے اتنے قانون توڑے۔

خود کو میدانِ حشر میں لیں۔ یہ وہ میدان ہے جہاں آدمؑ سے لے کر محمد ﷺ تک سب نبی 'نفسی، نفسی' پکار رہے ہوں گے۔ اور یہ وہ دن ہے جہاں ایک ایک گناہ نبیوں کو ستا رہا ہے۔ وہ ایک گناہ جو معاف ہو چکا، اُس کی بناہ پر اللہ تعالیٰ سے سفارش کرنے کی جرأت نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ کہیں آج پھر نہ پوچھ لیں کہ آج بڑے غصے میں دکھتے ہیں۔ ایسے وقت میں انسان کی کیا کیفیت ہو گی جب اُس کو یہ پتا ہے کہ اللہ کو سب پتا ہے۔ جیسے ہم اللہ کی نعمتیں نہیں چھوڑ سکتے، ایسے انسان اپنے گناہ نہیں لکھ سکتا۔ اس میں کوئی مبالغہ آرائی نہیں۔ کیا ہم اتنے بھولے ہیں کہ ہمیں پتا ہی نہیں کہ گناہ کیا ہوتا ہے۔ اور پتا ہے تو پھر سوچیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ انسان جس کا بال بال اللہ کے احسانوں میں بندھا ہو، وہ اپنے محسن کی نعمتوں کو جواب نمک حرامی کی صورت میں دے۔ کیا پھر میں بے وفا ہو سکتی ہوں۔ کیا غداری اور سرکشی میری زندگی میں آسکتی ہے۔

ہم سب انسان ہیں، غلطی کر سکتی ہیں لیکن سال ہا سال، قدم قدم پہ، پلانز بنا کے غلطیاں کریں۔ غلطی وہ ہوتی ہے جو انجانے میں ہو جائے اور اُس کے بعد ڈر لگا، توبہ کی، اللہ معاف کر دے گا۔ لیکن انسان ارادے کر کے خوشیوں کے نام پہ کہے کہ میں اللہ کو ناراض کر لوں۔ ایسے انسان کو اللہ یاد نہیں ہوتا۔

اس لیے انسان ہر وقت اللہ کی نعمتوں کو اپنے سامنے رکھے۔ یہ بھی اللہ کا کرم ہے کہ ہم قرآن سیکھنے بیٹھے ہیں، اگر دل میں نیکی نہ ہو تو وہ توفیق ہی چھین لیتا ہے لیکن کیا ہم میں سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہم نے یہاں آنے سے پہلے کیا کیا۔ اچھا کام کیا، بُرا کیا۔ دعا کیا کریں کہ اللہ میرے گناہوں کو چھپا لے۔ بہت پیاری دعائیں بھی ہیں، اے اللہ میرے گناہوں کو چھُپا لے، اور میری گھبراہٹوں کو امن دے۔ یہ دعا پڑھا کریں۔ غزوۂ خندق کے موقع پر نبیؐ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگ رہے تھے۔ سورۃ الاحزاب میں پڑھیں گے جب کلیجے حلق کو آرہے تھے۔ اتنا خوف تھا۔ جب ہنگامی صورت آتی ہے تو پھر ہمیں خود بھی سمجھ نہیں آتا کہ اب لوگوں سے کیا چھُپائیں۔

لَا یُحِبُّ الۡمُسۡتَکۡبِرِیۡنَ دوسری بات، کیا میں چاہتی ہوں کہ مجھے اللہ کی محبت ملے۔ دنیا کی اکثر محبتیں یک طرفہ ہوتی ہیں۔ ماں باپ بچوں سے جتنی محبت کرتے ہیں، بچے اُتنی نہیں کرتے۔ اسی طرح میاں، بیوی میں، بہن بھائیوں میں بھی ہوتا ہے۔ دنیا والوں کی یک طرفہ محبت چل سکتی ہے، لیکن اللہ کی یک طرفہ محبت نہیں چل سکتی۔ اگر آپ نے سچی محبت کی کہانی پڑھنی ہے تو وہ اس قرآن میں خالق اور مالک کی ہے۔

وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ مَّا ذَاۤ اَنۡزَلَ رَبُّکُمۡ ۙ قَالُوۡۤا اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۲۴﴾ اور جب کوئی ان سے پوچھتا ہے کہ تمہارے رب نے یہ کیا چیز نازل کی ہے، تو کہتے ہیں "اجی وہ تو اگلے وقتوں کی فرسودہ کہانیاں ہیں"

کہتے ہیں وہی پرانی باتیں ہیں۔ یہ تکبر والے دل کی پکار ہے۔ اُنہیں اللہ کا کلام پرانا لگتا ہے۔ حالانکہ جس سے محبت ہوتی ہے اُسکا ذکر کرنا اچھا لگتا ہے۔ آج سے 25، 20 سال پرانی فلموں کا تھیم اور آج کی فلموں کا تھیم ایک ہی ہے۔ کردار کی تبدیلی سے ایک ہی کہانی ہوتی ہے۔ لیکن آج تک کیا کسی کا فلموں

سے دل بھرا کہ یہ کیا ہر فلم میں ایک ہی لو سٹوری ہوتی ہے۔ تو کیا قرآن سے دل بھر سکتا ہے۔ آپ خود سوچیں کہ جب ہم ان آیتوں کو دورۂ قرآن میں سُنتے ہیں تو ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ ان میں اور کچھ بھی ہے۔ کہیں قرآن کی موٹی تہہ ہوتی ہے اور کہیں پتلی، لیکن دل نہیں بھرتا۔ جن کے دل تکبر والے ہوتے ہیں کہ رمضان میں اتنی نیکیاں کر لیں، اب پھر وہی کام شروع کر دیں۔ ایسے لوگ اپنی جان چھڑانے کے لیے کہیں گے کہ اتنے سالوں سے ایک ہی چیز سُن رہے ہیں۔ یہ نہیں کہتے کہ ہمارے دلوں میں ٹیڑھ ہے۔ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اُردو میں سطر کہتے ہیں، سطور جمع ہے۔ من گھڑت کہانی کو کہتے ہیں۔ جو جتنی جھوٹی ہو اُتنی اچھی سمجھی جائے۔ سورة فرقان آیت پانچ میں بھی یہی بات آتی ہے کہ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ کہتے ہیں یہ پرانے لوگوں کی لکھی ہوئی چیزیں ہیں۔

اللہ کا کلام سُنتے بھی تو نہ مانتے کیوں کہ ان کے دل ہی منکر ہیں۔ یہ دنیا میں پڑے ہوئے ہیں تو ان کو یہ کتاب کیسے اچھی لگے گی۔ نبیؐ کا جب چرچا گھر گھر ہوا تو مکہ کے لوگ جب شہر سے باہر جاتے تو لوگ پوچھتے کہ وہ جو آپ کے پاس صاحب آئے ہیں وہ آپکو کیا پڑھاتے ہیں، ہم نے اُن کی بڑی شہرت سُنی ہے۔ یہ قرآن کیا ہے تو اُس کے جواب میں مکہ والے یہ کہتے کہ کچھ نہیں بس ایسے ہی کہانیاں ہیں۔ ہم پہلے سے یہ باتیں سُنتے رہتے ہیں۔

لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝

﴿۲۵﴾ یہ باتیں وہ اس لیے کرتے ہیں کہ قیامت کے روز اپنے بوجھ بھی پورے اٹھائیں، اور ساتھ ساتھ کچھ اُن لوگوں کے بوجھ بھی سمیٹیں جنہیں یہ بربنائے جہالت گمراہ کر رہے ہیں دیکھو! کیسی سخت ذمہ داری ہے جو یہ اپنے سر لے رہے ہیں۔

اُنکا یہ کہنا کہ قرآن پرانی کتاب ہے، اس سے اُنکا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو اس سے دور کیا جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ہو گا یہ کہ یہ اپنا بوجھ بھی اُٹھائیں گے اور اُن کا بھی۔ کیوں کہ ان کی غلط بیانی کی وجہ سے وہ بھی اس خیر سے محروم رہے۔ اللہ کہتے ہیں کہ کتنا بُرا بوجھ ہے جو یہ اُٹھاتے ہیں۔

زبان سے جو بھی بولیں سوچ کے بولیں۔ ہمارے منہ سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ کسی کے لیئے حجت بن سکتا ہے اور کہیں ہمارے خلاف حجت بن سکتا ہے۔ قرآن سے تعلق جُڑنے کے بعد انسان کو غیر سنجیدہ باتیں نہیں کرنی چاہیئں۔ آپ کہیں بھی ہوں، جب کوئی آپ سے قرآن کی کوئی بات پوچھے تو سو دفعہ سوچیں پھر بولیں۔ کیوں کہ کسی انسان کی انسانیت کے ساتھ بدترین دشمنی یہ ہے کہ اُس کو اللہ کی کتاب سے دور کر دے۔ اللہ کہتے ہیں ایسے لوگ دوسروں کا بوجھ بھی اُٹھائیں گے۔ حق کے راستے سے روکنے والا اپنی دنیا اور آخرت تو خراب کرتا ہے، ساتھ دوسرے کی بھی کرتا ہے۔ آج بھی یہی شور ہے۔ لوگ قرآن اور اسلام کے خلاف اتنا بولتے ہیں لیکن اس کا اُن کو کچھ فائدہ نہیں ہوا۔

ویسٹ نے جتنا اسلام کو تیروں میں رکھا، آج اُتنا زیادہ اسلام پھیل رہا ہے۔ جن کی فطرتِ سلیمہ ابھی زندہ تھی وہ کہتے ہیں کیا وجہ ہے لوگ اسلام کے پیچھے اتنا کیوں پڑے ہیں۔ کتاب کھولتے ہیں، مسلمان ہو جاتے ہیں۔ حجاب کے بارے میں ایک رپورٹ کروائی گئی کہ لوگ اس کے خلاف کتنا بولتے ہیں اور خیال یہ تھا کہ یوتھ اس کے خلاف ہو گی۔ صرف بڑی عمر کے لوگ اس کے حق میں ہوں گے۔ اُس رپورٹ کا نتیجہ حیران کن تھا کہ یوتھ نے اسکو پسند کیا اور اُن کے بڑے اس کے خلاف تھے۔ حیرت کی بات ہے کہ پہلے زمانے میں بڑے کہتے تھے کہ خود کو ڈھانپ کے نکلو تا کہ محفوظ رہو اور آج کی مائیں کہتی ہیں کہ حجاب لیا تو لوگ باتیں کریں گے۔ آج حجاب بہت عام ہے۔ جب اسلام کے خلاف منفی

رویئے سامنے آتے ہیں تو کچھ لوگ جھاگ کی طرح بیٹھ جاتے ہیں، اور کچھ تجسس کے مارے آتے ہیں اور ہدایت پا لیتے ہیں۔ ویسٹ کی فکر کرنے کی بجائے کہ وہ اسلام کے بارے میں کیا کہے گا، اس بات کی فکر کرنے کی ضرورت ہے کہ اسلام کیا کہے گا۔ ہمارا کردار لوگوں میں نمائندگی والا کردار ہونا چاہیئے۔ اگر ہم اچھے لوگ ہوں گے، لوگ ہماری طرف آئیں گے۔ اسلام کو فائدہ ہو گا۔ جتنا ہمارے قول و فعل میں تضاد کم ہو گا، اُتنا دین پھیلے گا۔

آپ اپنے نوٹس میں ایک تصویر بنائیں۔ جس میں ایک آدمی اپنی کمر پر بوجھ اُٹھائے جھکا ہوا ہے اور دوسرے آ کے اُس کے اوپر اور بوجھ ڈال رہے ہیں۔ یہ دوسرے وہ ہیں جو میری کسی غلط بات کی وجہ سے دین پہ آنے سے رُک گئے۔ ذمہ داری کا احساس کریں۔ ہمارے منہ سے کبھی جذبات کے نام پہ، دین کے بارے میں ایک غلط جملہ بھی نکلتا ہے تو ہو سکتا ہے کل قیامت کے دن وہ دوسروں کے بوجھ بھی ہم سے اُٹھوا دے۔ اس لیے سوچ کے بولیں۔ نیت بُری نہیں ہوتی لیکن عادتیں نہیں بدلتیں۔ عام لوگ بغیر علم کے بھٹکتے ہیں لیکن اگر کوئی علم آنے کے بعد بھٹکا تو اُس کا بھٹکنا کیسا ہو گا۔